رسائل و مسائل

والدین کے حقوق

میرا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے۔ جن کا مسلک دیوبند ہے' میرے والد صاحب تقریباً ۲۵ سال امام رہے۔ میرے بڑے بھائی ایم اے ایل ایل بی ہیں۔ میں جیسے جیسے جماعت کے نزدیک آیا۔ مجھے اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ گھر میں میرے لیے مشکلات پیدا ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ گھر والوں نے جماعتی رابطے ختم کرنے کا حکم دیا۔

مین ایک دن گھر والوں کو صرف مطلع کر کے ۷ روزہ تربیت گاہ میں شامل ہو گیا۔ سات روز کے بعد جب گھر پہنچا تو ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ والد صاحب اور بڑے بھائی نے بولنا چھوڑ دیا۔ بلکہ والد صاحب نے دو لفظی فیصلہ سنا دیا کہ یا تو تم جماعت کو چھوڑ دو یا ہمیں چھوڑ دو۔ میں فوری جواب میں صرف اتنا کہہ سکا کہ "میرے لیے جماعت چھوڑنا ناممکن ہے"۔ انھوں نے کہا کہ تم ہمیں چھوڑ دو گے اور پھر انھوں نے بالکل بولنا چھوڑ دیا۔ میں ۳ روز تک مسلسل والد صاحب سے معافی مانگتا رہا مگر انھوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا (بعد میں آہستہ آہستہ انھوں نے بولنا شروع کر دیا) وہ کہتے ہیں کہ ہم تمھیں نماز روزے سے نہیں روکتے۔ نیک کام سے نہیں روکتے۔ لیکن ہم تمھیں کسی جماعت میں خصوصاً جماعت اسلامی میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی وجہ سے گھر کا ماحول کشیدہ ہے۔ مجھ سے چھوٹا اپنے آج کے دور کے دوستوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اکثر نماز نہیں پڑھتا (خصوصاً فجر کی نماز) ہر وقت گانے سنتا ہے حتیٰ کہ سب گھر والے ٹی وی پر ڈرامے اور فلم' چترہار شوق سے دیکھتے ہیں۔ جب میں انھیں کہتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں غلط ہیں' آپ انھیں چھوڑ دیں تو میں جماعت کو چھوڑ دوں گا' تو وہ کہتے ہیں کہ تم ہم سے بدلو گے۔ تم ہم سے پیدا ہوئے ہو ہم تم سے نہیں۔ ٹی وی' وی سی آر تو بڑے بڑے مولوی اور علما کے گھر ہیں۔ خود تمھاری جماعت کے بڑے بڑے "لیڈروں" کے گھر میں چلتے ہیں۔ تم ہمیں منع کرو۔

میں ان حالات میں بہت پریشان ہوں۔ ہر وقت ذہنی دباؤ کا شکار رہتا ہوں۔ اگر ان کی نافرمانی

کروں تو وہ کہتے ہیں کہ تم جنت سے دور جا رہے ہو کیونکہ ہم تمھیں کفر پر مجبور نہیں کر رہے اس لیے تم ہماری مانو۔ اگر نہیں مانتا تو جگ ہنسائی بھی ہوتی ہے اور گھر کا ماحول بھی خراب ہوتا ہے (میرے گھر والوں کو سوائے جماعت اسلامی کے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے) میں اپنے گاؤں کا ناظم ہوں۔ الحمدللہ کام بھی صحیح ہو رہا ہے (میں پیشے کے لحاظ سے ایک پرائمری ٹیچر ہوں) میں ناظم زون سے التجا بھی کر چکا ہوں کہ آپ مجھے ناظم نہ بنائیں بلکہ کسی اور کو بنائیں مگر ان کا مطالبہ تو یہ ہے کہ تم رکن بنو۔ اگر استصواب رائے ہو تو تب بھی مجھے ناظم منتخب کر لیتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ مستعفی ہو کر گھر بیٹھ جاؤں مگر ضمیر ملامت کرتا ہے۔

اب آپ شریعت کے حوالے سے یہ بات بتائیں کہ میرے والد صاحب کا مطالبہ کہاں تک درست ہے؟ میرا جواب کہیں ان کی نافرمانی تو نہیں تھا؟ میں نہ ان کو چھوڑ سکتا ہوں نہ ہی جماعت کو، اس صورت میں میرا جواب کیا ہو؟ اگر خدانخواستہ ایسے حالات ہوں کہ وہ بہت زیادہ سختی سے فیصلہ چاہیں تو کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ میں گھر چھوڑ دوں یا پھر جماعت چھوڑ دوں؟ کیا میں ٹی وی وغیرہ سے پرہیز کے لیے مطالبہ کر سکتا ہوں؟ اگر ناظم زون مجھے نظم سے علیحدہ کر کے بطور رکن کام نہ لیں اور کارکنان بھی اپنی رائے میرے حق میں دیں، میں پھر بھی ذمہ داری نہ قبول کروں بلکہ گھر بیٹھ جانے کی بات کروں تو کیا اللہ تعالیٰ اس پر گرفت تو نہ کرے گا۔

دینی فرائض کی ادائیگی میں اگر دو فرائض کے درمیان بظاہر تنازع پیدا ہو جائے تو مشکل صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ضابطوں کے ساتھ حکمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اقامت دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کے لیے بقدر استطاعت کوشش کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ اللہ اور اس کے دین کا حق ہے جو اس کے اوپر عائد ہوتا ہے۔ یقیناً آپ نے جماعت اسلامی میں شرکت اس لیے اختیار کی ہے کہ آپ اس فرض کی ادائیگی، اور ادائیگی کے لیے اجتماعی سعی و جہد کے ناگزیر ہونے پر مطمئن ہیں۔ والدین کے حقوق بھی دینی فرائض میں اتنے اہم فرائض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد انھی کے حق کی تاکید فرمائی ہے (سورۃ لقمان ۳۱: ۱۴)۔

اگر ان دونوں فرائض کی ادائیگی کے درمیان تصادم و کشمکش ہو جائے تو آدمی کیا کرے؟ ایک اصول تو بالکل واضح ہے کہ کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہیں کی جا سکتی جس سے خالق کی معصیت ہوتی ہو۔ دوسرا اصول، ایسی ہی صورت حال میں، قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر والدین "میرے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے لیے مطالبہ کریں اور دباؤ ڈالیں، تو ان کا کہنا مت مانو"۔ (لقمان ۳۱: ۱۵۔ العنکبوت ۲۹: ۸)

لیکن ظاہر ہے کہ جماعت اسلامی میں شمولیت سے روکنے کے لیے دباؤ ' شرک کے لیے دباؤ کے برابر تو ہرگز نہیں ۔ان دو راہ نما اصولوں کے بعد 'ہمیں مزید راہ نمائی اس بنیادی اصول سے ملتی ہے کہ اگر ایک معروف کی تعمیل سے زیادہ بڑے معروف کا ترک لازم آتا ہو' یا ایک منکر کے ترک سے دوسرا بڑا منکر پیدا ہوتا ہو' تو اس معروف کی تعمیل اور اس منکر کے ترک سے اجتناب جائز اور صحیح ہے ۔اپنے رسالہ حقوق الو الدین میں مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: اگر سفر فرض و واجب نہ ہو' اور والدین اس سفر سے منع کریں' تو ان کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں (یہ مسئلہ درمختار اور عالم گیری میں موجود ہے)۔ اگر سفر فرض اور واجب ہو تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہو گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ والدین اپنی ضروری خدمت کے لیے محتاج نہ ہوں ۔مذکورہ صورتوں میں والدین کو کوئی رنج و تکلیف ' واقعی اور قابل اعتبار نہیں ۔اس لیے اس صورت میں والدین کے خلاف کام کرنا درست ہے' نہ حرام نہ مکروہ۔

اسی طرح اگر والدین کو ضروری حاجت نہ ہو' تو ان کے حکم سے اپنا زائد مال دینا ضروری نہیں ۔ والدین اگر ' بغیر احتیاج خدمت ' نوافل پڑھنے کو منع کریں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں ۔اگر والدین حقہ تیار کرنے کی فرمایش کریں (حقہ پینا سخت مکروہ تنزیہی ہے) تو اولاد پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں ۔بلکہ ایک فعل مکروہ کا مرتکب ہونا ہے جو شرعاً مذموم ہے ۔اگر کسی کی بیوی سے کوئی واقعی رنج اور تکلیف والدین کو نہ پہنچتی ہو' اور وہ خواہ مخواہ حکم دیں کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو' تو اس حکم کی تعمیل ضروری نہیں ۔اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے' خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہ تحریمی ہے ۔ نکاح تو وصال کے لیے موضوع ہے' یہ فراق بلاوجہ کیسے روا ہو سکتا ہے (فتح القدیر)۔

والدین کسی مستحب کام سے روکیں ' اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں ' تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے ۔ خواہ مخواہ روکیں تو واجب نہیں ہے ۔

حدیث میں ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا' افضل ہے نماز سے اور روزے سے اور حج سے اور عمرے سے اور جہاد سے راہ خدا میں: یہ حدیث ثابت نہیں اس لیے قابل اعتبار نہیں (شوکانی: فوائدمجموعہ)۔اور قاعدہ شرعی کے خلاف بھی ہے ۔

اولاد نافرمان جب ہی ہوگی جب ان کے حقوق ضروریہ ادا نہ کرے ۔پس والدین کی اطاعت اور رضاجوئی کا حکم مطلقاً نہیں ۔جن امور میں اطاعت والدین شریعت نے لازم کی ہے' ان امور میں کوتاہی نہ کرے ۔باقی سب کام شرع کے موافق کرنا جائز ہیں ۔

بیوی پر شوہر کی اطاعت بدرجہ اولیٰ واجب ہے لیکن اس کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں: فساد سے بچنے کے لیے ' جائز اور مکروہ تنزیہی امور میں اس کی اطاعت کر سکتی ہے۔ہاں فرض ' واجب و سنت موکدہ کو اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔ بغیر شوہر کی اجازت کے کسی بزرگ سے بیعت ہونا جائز ہے۔ہاں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو اس فساد کو رفع کرنے کی وجہ سے یہ جائز ہے کہ بیعت نہ ہو۔مگر 'اگر باہمت ہو تو اللہ کے بھروسے پر بیعت ہو جائے۔لیکن پھر کوئی رنج اس وجہ سے پیش آئے تو صبر کرے ' ناشکری نہ کرے۔

مولانا تھانوی کا مقام محتاج بیان نہیں۔کیونکہ آپ کے والد دیوبندی مسلک کے ہیں ' ۲۵ سال سے امام ہیں ' اس لیے ان کا فتویٰ بدرجہ اولیٰ ان کے لیے حجت ہونا چاہیے۔ آپ چاہیں تو مولانا تھانوی کا رسالہ حقوق الوالدین کہیں سے حاصل کر کے پڑھ لیں۔

اقامت دین اور دعوت و تبلیغ کے کام کو آپ کے والد صاحب واجب نہ بھی تسلیم کریں ' تو بھی اس کے سنت موکدہ ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔اسی طرح جماعت مین شمولیت 'کم سے کم 'کسی بزرگ کی بیعت سے بہت مختلف یا کم تر چیز تو نہیں۔

اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کی خاطر جماعت اور جماعت کے کام کو ترک کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔اس معاملے میں ان کا کہنا نہ ماننا کسی طرح بھی ان کی نافرمانی نہیں قرار دیا جاسکتا 'جیسا مولانا تھانوی نے اس سے کم تر درجہ کے کاموں کے بارے میں واضح کیا ہے۔

یہ تو ہیں قواعد و ضوابط۔لیکن معاشرت میں قواعد و ضوابط کے ساتھ احسان ' نرمی ' رحمت اور حکمت کی چاشنی بھی ناگزیر ہے۔اس لیے آپ ' یا کوئی اور ' صرف ان قواعد و ضوابط کے حوالے دے دے کر معاملات کریں گے تو معاشرت میں فساد پیدا ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ "کہنا ماننا ضروری نہ ہونے" اور "کہنا نہ ماننا ضروری ہونے" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔اس لیے یہ ضروری نہیں 'بلکہ مستحسن و مطلوب نہیں 'کہ جہاں ماننا ضروری نہیں ' وہاں آپ لازماً نافرمانی کریں۔واجبات شرعی اور حق تلفی کے علاوہ ' ہر کام میں اجازت لینا ' اطلاع دینا ' اور کوئی ضرر نہ ہو تو ضرور کہنا ماننا یہ ضروری بھی ہے اور آپ کے مقصد کے لیے مفید بھی۔

دوسری بات وہی ہے جو قرآن نے واضح طور پر بیان کر دی ہے کہ کہنا نہ مانو مگر دنیا میں ان کے ساتھ معروف کے مطابق معاشرت رکھو۔بلکہ آپ کے حالات میں اس سے بڑھ کر۔جتنی نرمی ' عاجزی ' تابع داری اور خدمت کر سکیں وہ کریں۔اور کوئی بھی غیر ضروری نزاع اور جھگڑا مول نہ

لیں۔

تیسری بات' جو دوسری کا تقاضا ہے' وہ یہ ہے کہ ٹی وی اور چھوٹے بھائی کی نماز جیسے منکرات کے ازالے کے پیچھے ابھی نہ پڑیں بلکہ ان کو نظرانداز کر دیں۔ جب بڑا مسئلہ طے ہو جائے تو حکمت اور نرمی کے ساتھ ان کے حل کی راہ ان شاء اللہ نکل آئے گی۔

یہ کہنا کہ آپ لوگ یہ چیزیں چھوڑ دیں' میں جماعت چھوڑ دوں گا' غلط بھی ہے اور خلاف حکمت بھی۔ غلط اس لیے کہ دونوں کا تبادلہ ممکن نہیں۔ بظاہر یہ لاجواب اور عاجز کر دینے والی دلیل ہے' جو حکمت کے خلاف ہے۔

اسی طرح آپ جماعت کے کیا کام کریں' کون سی ذمہ داری اٹھائیں' اس میں آپ کو معاشرتی فساد کے امکان اور اپنی استطاعت کو سامنے رکھنا چاہیے۔ نظم جماعت کو بھی اسے ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حکمت' نرمی اور استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق دے' اور آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

ٹی وی اور والدہ کی ناراضی

میں نے اپنے گھر میں ٹی وی لگانا بند کر دیا ہے۔ کیونکہ آج کل جو بے ہودہ قسم کی نشریات آرہی ہیں وہ دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ میرے گھر والے مجھ سے ناراض ہیں' خاص کر والدہ۔ کیا میں اس سلسلے میں والدہ کا حکم مانوں یا انکار کر دوں۔ یہ بھی بتایئے کہ امیر جماعت کے گھر میں' آپ کے گھر میں یا دوسرے قائدین کے گھر میں ٹی وی ہے یا نہیں۔

ٹی وی پر جس قسم کے پروگرام آرہے ہیں وہ بے شمار مفسدات پیدا کرتے ہیں' بعض پروگراموں کو دیکھنا دل و نگاہ کو آلودہ کرتا ہے' اس لیے آپ نے بہت اچھا کیا کہ گھر سے ٹی وی کو نکال باہر کیا۔ آج کے دور میں یہ ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے' اور مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عنایت کرے گا۔

کیونکہ آپ نے ٹی وی اس لیے گھر سے نکالا ہے کہ اس کا رکھنا اور دیکھنا معصیت الٰہی ہے' اس لیے اس معاملے میں کسی مخلوق کی ناراضی کے ڈر سے اس کی اطاعت کرنا صحیح نہیں ہے۔ "خالق کی نافرمانی ہو تو مخلوق کی اطاعت جائز نہیں" خواہ یہ مخلوق آپ کے والدین ہی ہوں۔ کسی منکر کو کرنا اس وقت قابل برداشت ہو سکتا ہے جب اس کو ترک کرنے سے زیادہ بڑا منکر پیدا ہوتا ہو۔ آپ کی والدہ کی ناراضی اتنا بڑا منکر اور فساد نہیں کہ آپ اس چیز میں مبتلا ہوں جسے آپ معصیت الٰہی سمجھتے ہیں۔

میرے گھر میں ٹی وی نہیں ہے۔ اور بھی گھر ہوں گے جہاں نہیں ہو گا لیکن میں اس معاملہ میں

تجسّس نہیں کرتا کہ امیر جماعت کے گھر میں یا کسی اور کے گھر میں ہے یا نہیں۔ اور اگر علم ہو، تو اس کو روکنے کے لیے عملی اقدام کو موجودہ حالات میں مبنی بر حکمت نہیں سمجھتا۔ ٹی وی فی نفسہ ناجائز نہیں ہے، پروگراموں کی وجہ سے قابل اجتناب ہے۔ لیکن بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف وہی پروگرام دیکھتے ہیں جن کے دیکھنے میں قباحت نہیں مثلاً خبریں، تقریریں، دینی پروگرام، کرنٹ افیرز، تعلیمی پروگرام۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم بچوں کو صرف تعلیمی پروگرام دیکھنے دیتے ہیں، اگر نہ رکھیں تو وہ پڑوس میں جاکر سب کچھ دیکھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی احتیاط بہت مشکل ہے۔ لیکن بہرحال کسی فتوے اور عملی اقدام کی گنجایش نہیں رہتی۔ جب بلوہ عام ہو تو تذکیر عام پر اکتفا کرنا ہی بہتر ہے۔

ٹی وی پر ناچ گانا دیکھنا

۱۔ جو لوگ طوائفوں کا گانا سننے جاتے ہیں یا انھیں گھر پر بلاتے ہیں انھیں تو ہم برے ''القاب'' سے نوازتے ہیں۔ لیکن ہم جو گھر بیٹھے انھی عورتوں کا ناچ گانا ٹیلی ویژن پر سنتے ہیں کیا ہم بھی انھی القاب کے مستحق نہیں؟ کیا ہم کہ جن کی بدولت ناچنے گانے والے روزی کماتے ہیں ان سے کہیں زیادہ سزا کے مستحق نہیں؟

۲۔ کیا شادی بیاہ کے موقع پر یا شادی کی ویڈیو میں ''نامحرم رشتہ دار'' عورتوں کا ناچ گانا دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے ناچنے گانے والی عورتوں کا گانا سننا؟ یعنی کیا دونوں کا گناہ برابر ہے؟

۱۔ کسی شخص کو بھی برے القاب سے نوازنا صحیح نہیں۔ حضورؐ نے ایک زانی، ایک شراب خور، ایک منافق اور ایک مخلص مگر خطاکار کو بھی برے الفاظ سے پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کا حکم ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ اس لیے طوائفوں کا گانا ناچنا دیکھنے سننے والوں یا ٹیلی ویژن پر دیکھنے سننے والوں دونوں کا فعل برا ہے، لیکن دونوں کو محبت اور ہمدردی سے راہ راست پر لانا چاہیے۔

۲۔ نامحرم رشتہ دار ہوں یا طوائفیں، دونوں کا ناچ گانا دیکھنا اور سننا یکساں طور پر گناہ ہے۔ نامحرم رشتہ داروں کے ناچنے گانے میں بے غیرتی اور رذالت بھی شامل ہو جاتی ہے۔

روحانی علوم

۱۔ اسلام اور تصوف میں کیا تعلق ہے؟ کیا ایک مسلمان روحانی علوم حاصل کر سکتا ہے؟ اور اس مقصد کے لیے کیا کسی پیرو مرشد سے بیعت ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا ایک مسلمان اپنے اندر موجود مخفی قوتوں یا صلاحیتوں کو اجاگر کر سکتا ہے؟ یا دوسرے

لفظوں میں آدمی اپنے اندر موجود مخفی صلاحیتوں (ٹیلی پیتھی (انتقال خیال) وغیرہ) کو بیدار کر سکتا ہے اور کیا یہ جائز عمل ہے؟

۱۔ تصوف کی تعریفیں اور شکلیں بے شمار ہیں۔ تصوف کے معنی اگر تزکیہ ہو' منزل احسان کا حصول ہو' اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبت پیدا کرنا ہو' اعمال صالحہ بجا لانے کے لیے شوق و استعداد پیدا کرنا ہو' قرب الٰہی کا حصول ہو' اور یہ سب قرآن و سنت کے دائرہ میں اور احکام الٰہی کی اطاعت کے ساتھ ہو (کہ اس کے بغیر یہ ہو نہیں سکتا)' تو یہ تصوف اسلام کا ایک شعبہ ہے۔ جہاں' جتنا تجاوز ان اصولوں سے ہو گا' اتنا ہی حصہ اسلام کے خلاف ہو گا۔ (اس سلسلے میں آپ رسائل و مسائل' حصہ سوم' ص ۔ ۴۴ دیکھیں۔)

۲۔ روحانی علوم سے مراد اگر وہ علوم ہیں جن سے روح کا تزکیہ ہوتا ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر وہ علوم ہوں جن سے انسان کو اپنے اوپر یا اشیا کے اوپر غیر معمولی قدرت حاصل ہو جائے' تو جب تک یہ حصول شریعت کے دائرے میں ہو اور اس کا استعمال بھی' اس میں بھی کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

۳۔ بیعت اگر اندھی تقلید کے ساتھ مشروط نہ ہو' صالح' باعلم اور پابند شریعت شیخ سے ہو' اور غرض اپنے نفس کا تزکیہ ہو' تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ ساری ہی صلاحیتیں مخفی ہوتی ہیں۔ پھر آدمی ان کو اجاگر کرتا ہے۔ تحریر ہو یا تقریر ہو' انتظام ہو' سائنس ہو' ادب ہو' جب تک ذرائع جائز ہیں' صلاحیتیں جائز ہیں' ان کا استعمال جائز ہے۔ میرے خیال میں اپنی مخفی صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر آدمی لکھنا اس لیے سیکھے کہ فحش نگاری یا کفر کی حمایت کرنا ہے تو وہ بھی ناجائز ہو گا۔

قرآن مجید بمع انگریزی ترجمہ

قرآن مجید بمع انگریزی ترجمہ 624 بڑے صفحات میں بہترین جاپانی کاغذ پر چھپا ہوا ریکسین کی جلد کے ساتھ۔ صرف -/100 روپے میں مل سکتا ہے۔ قیمت پیشگی بذریعہ بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام لیفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خان درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

صدر ادارہ اشاعت قرآن

294- توسیع کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ